از عدالتِ عظمیٰ

تاریخ فیصلہ: 8 دسمبر 1955

تلکیشور سنگھ و دیگراں

بنام

دی سٹیٹ آف بہار۔

[ویوین بوس، وینکٹاراما آئر اور چندر شیکھرا آئر جسٹس صاحبان]

تحقیقات کے دوران گواہوں کے بیانات کی مشترکہ ریکارڈنگ -- قانونی حیثیت-عدالت میں ایسے گواہوں کی گواہی- قبولیت- دفعہ 34، مجموعہ تعزیرات ہند کے تحت ایک کے لیے مجموعہ تعزیرات ہند کی دفعہ 149 کے تحت چارج کا متبادل-جواز-ملزم عدالت میں جانچ پڑتال کے بجائے بیان دائر کر رہا ہے- قانونی حیثیت-تعصب-ضابطہ فوجداری، (ایکٹ V، سال 1898)، دفعہ 161 (3)، 342- مجموعہ تعزیرات ہند (ایکٹ XLV، سال 1860)، دفعہ 34۔149.

اگرچہ تحقیقات کے دوران گواہوں کے بیانات کی مشترکہ ریکارڈنگ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 161 (3) کی خلاف ورزی ہے اور اسے مسترد کیا جانا چاہیے، لیکن یہ خود عدالت میں ایسے گواہوں کی طرف سے دی گئی گواہی کو ناقابل قبول نہیں بناتا ہے۔ تاہم، یہ عدالت کو فیصلہ کرنا ہے کہ آیا وہ اس طرح کی گواہی پر انحصار کرے گی یا اس سے کوئی بار منسلک کرے گی۔

ظاہر الدین بنام ایمپیرر، (اے آئی آر۔ 1947 پی۔ سی۔ 75) کا اطلاق ہوتا ہے۔

بلیرام ٹیکارم بنام ایمپیرر، (اے۔ آئی۔ آر۔ 1945 ناگپور 1) اور مگن لائی رادھا کشن بنام ایمپیرر (اے۔ آئی۔ آر۔ 1946 ناگپور 173)، نامنظور کیے گئے۔

بجوئے چند پیترا بنام دی سٹیٹ، (اے۔ آئی۔ آر۔ 1950 کلکتہ 363)، منظور شدہ۔

عدالت کے پاس دفعہ 34 کے تحت الزام کے لیے مجموعہ تعزیرات ہند 149 کے تحت الزام کو تبدیل کرنے کا اختیار ہے۔

کرنیل سنگھ و دیگران بنام دی سٹیٹ آف پنجاب، ([1954] ایس۔ سی۔ آر۔ 904) اور ولی سلانی کا مقدمہ، (فوجداری اپیل نمبر 6، سال 1955)، حوالہ دیا گیا۔

اگرچہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 342 عدالت میں ملزم کے زبانی معائنے پر غور کرتی ہے اور اگرچہ تحریری بیانات داخل کرنے کے عمل کی مذمت کی جانی چاہیے، لیکن یہ حقیقت کہ ملزم نے جانچ پڑتال کے بجائے بیان داخل کیا ہے مداخلت کی کوئی بنیاد نہیں ہے جب تک کہ اسے اس طرح تعصب کا شکار دکھایا جائے۔

نتیجتاً، ایک ایسے معاملے میں جہاں ملزموں کو مجموعہ تعزیرات ہند 34 کے ساتھ پڑھنے والی دفعہ 302 کے تحت مقدمے کی سماعت کے لیے پیش کیا گیا تھا، اور ایڈیشنل سیشن جج استغاثہ کے تین گواہوں کے شواہد پر انحصار کرتے ہوئے جن کے بیانات تحقیقات کے دوران مشترکہ طور پر مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 161 (3) کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ریکارڈ کیے گئے تھے، انہیں مجرم قرار دیا گیا اور انہیں عمر قید کی سزا سنائی گئی اور اپیل میں عدالت عالیہ نے حقیقت کے نتائج سے اتفاق کیا، لیکن مجموعہ تعزیرات ہند کی دفعہ 326 اور دفعہ 149 کے تحت سزا کو تبدیل کر دیا گیا، سزا کے ساتھ ساتھ ان کی سزا دہی کو بھی کالعدم نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اپیلیٹ فوجداری کا دائرہ اختیار: فوجداری اپیل نمبر 150، سال 1954۔

فوجداری اپیل نمبر 345، سال 1952 میں پٹنہ عدالت عالیہ کے 12 اگست 1953 کے فیصلے اور حکم سے خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل پر، جو سیشن کیس نمبر 12، سال 1952 میں ایڈیشنل سیشن جج، دربھنگہ کی عدالت 20 اگست 1952 کے فیصلے اور حکم سے پیدا ہوا تھا۔

اپیل کنندہ کی طرف سے ایچ جے امریگر اور آر سی پرساد۔

مدعا علیہ کی طرف سے بی کے سرن اور ایم ایم سنہا۔

8.1955دسمبر۔

عدالت کا فیصلہ وینکٹارااما آئیر جسٹس نے سنایا۔

اپیل گزاروں پر ایڈیشنل سیشن جج، دربھنگہ کے سامنے ایک بل بھدر نارائن سنگھ کے قتل کے لیے مجموعہ تعزیرات ہند 34 کے ساتھ پڑھنے والی دفعہ 302 کے تحت الزام عائد کیا گیا۔ ان پر بھی، کچھ پر دفعہ 147 کے تحت و دیگر اں پر دفعہ 148 کے تحت، غیر قانونی اجتماع کا رکن ہونے اور فسادات کرنے کا الزام عائد کیا گیا۔

عبارت کا معاملہ اس طرح تھا: متوفی اور اپیل کنندہ ماہے گاؤں کے پٹیدار تھے، اور گاؤں کے پٹیداری کی وجہ سے ان کے درمیان بدگمانی تھی۔ 5-3-1951 کو صبح تقریباً 10 بجے متوفی دریا سے اپنے بیتھکا لوٹ رہا تھا۔ راستے میں بھالوں، تلوار اور لاٹھی سے لیس اپیل گزاروں اور کچھ دیگر افراد نے اسے گاؤں کے اسکول کے صحن میں گھیر لیا اور اس پر حملہ کر دیا۔ ایک ہریش چندر سنگھ جو ابھی تک مفرور ہے، نے اپنا بھالا متوفی کے پیٹ میں ڈال دیا، اور اپیل گزار اس پر حملے میں شامل ہو گئے۔ متوفی بھاگ کر اپنے بیتھکا گیا اور وہاں سے اسے سنگھیا کے پولیس اسٹیشن لے جایا گیا۔ وہاں، اس نے ایک شکایت کی جو ابتدائی اطلاعی رپورٹ کے طور پر درج کی گئی ہے، اور اس میں اس نے اوپر بیان کردہ واقعات کو بیان کیا، اور اپیل گزاروں کو حملے میں ملوث قرار دیا۔ اس کے بعد متوفی کو ہسپتال لے جایا گیا، اور اس کی غیر یقینی حالت کے پیش نظر ڈاکٹر نے اس کی موت کا بیان ریکارڈ کیا۔ اس کے بعد متوفی کو علاج کے لیے سمستی پور کے ہسپتال بھیج دیا گیا، لیکن راستے میں ہی اس کی موت ہو گئی۔ ابتدائی اطلاعی رپورٹ کی بنیاد پر اور ان کی طرف سے کی گئی پوچھ گچھ پر، پولیس نے اپیل گزاروں پر دفعہ 34 کے ساتھ دفعہ 34 کے تحت قتل اور دفعہ 147 اور 148 کے تحت فسادات کا الزام عائد کیا۔ اپیل کنندہ کا دفاع یہ تھا کہ متوفی پر 5-3-1951 کے ابتدائی اوقات میں کچھ نامعلوم حملہ آوروں نے اس کے بیتھکا میں حملہ کیا تھا، اور یہ کہ وہ جرم میں ملوث نہیں تھے۔

دربھنگہ کے ایڈیشنل سیشن جج نے استغاثہ کے ثبوت کو قبول کر لیا، اور اپیل گزاروں کو دفعہ 34 کے ساتھ پڑھنے والی دفعہ 302 کے تحت مجرم قرار دیا، اور انہیں عمر قید کی سزا سنائی۔ اس نے

انہیں بھی سزا سنائی، کچھ کو دفعہ 147 کے تحت و دیگران کو دفعہ 148 کے تحت، لیکن ان دفعات کے تحت کوئی علیحدہ سزا نہیں دی گئی۔ اپیل گزاروں نے پٹنہ کی عدالت عالیہ میں اپیل میں معاملہ اٹھایا۔ قابل ججوں نے سیشن جج کے حقائق کے نتائج سے اتفاق کیا، لیکن دفعہ 34 کے ساتھ پڑھی جانے والی دفعہ 302 کے تحت سزا کو دفعہ 149 کے ساتھ پڑھی جانے والی دفعہ 326 کے تحت سزا میں تبدیل کر دیا، اور عمر قید کی سزا کو مختلف شرائط میں منتقل کر دیا۔ فاضل ججوں نے بھی فسادات کے الزام میں اپیل گزاروں کی سزا کو برقرار رکھا، لیکن اس کے لیے کوئی علیحدہ سزا نہیں دی۔ اس فیصلے کے خلاف ہی موجودہ اپیل کی ہدایت کی گئی ہے۔

اپیل گزاروں کی جانب سے، سب سے پہلے جناب امریگر نے دعوی کیا کہ نچلی عدالتوں کا یہ نتیجہ کہ واقعہ متوفی کے بیٹھکے میں نہیں بلکہ اسکول کے صحن میں پیش آیا، غلط تھا، کیونکہ یہ ناقابل قبول شواہد پر مبنی تھا، یعنی۔ نمایاں P-7 اور گواہِ استغاثیہ 4، 7 اور 12 کی گواہی۔ نمایاں P-7 متوفی کا ایک بیان ہے جو پولیس افسر نے پہلی اطلاع درج کرنے کے بعد اور تفتیش شروع ہونے کے بعد لیا تھا، اور مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 162 کے ذریعے اس کے رسید گی پر پابندی ہو گی۔ لیکن فاضل ججوں نے سوچا کہ یہ بھارتیہ ایویڈنس ایکٹ کی دفعہ 32 (1) کے تحت قابل قبول ہو گا، اور اس نظریے کی درستگی اپیل گزاروں کی طرف سے متنازعہ ہے۔

لیکن اگر شواہد میں نمایاں P-7 قابل قبول نہیں ہے، تو بھی اس سے اپیل گزاروں کو مدد نہیں ملے گی، جیسا کہ فاضل ججوں نے مشاہدہ کیا کہ اس دستاویز کے علاوہ، دوسرے شواہد پر، انہوں نے یہ مؤقف اختیار کیا ہو گا کہ متوفی پر اسکول کے صحن میں حملہ ہوا تھا۔

پھر، ہم گواہِ استغاثیہ 4، 7 اور 12 کے شواہد پر آتے ہیں جن پر نچلی عدالتوں نے استغاثہ کی طرف سے دیئے گئے واقعے کے بیان کو قبول کرنے میں بھروسہ کیا ہے۔ جناب امریگر نے دعوی کیا کہ ان کے شواہد ناقابل قبول ہیں، کیونکہ پولیس نے تحقیقات کے مرحلے میں ان سے پوچھ گچھ کی

تھی، اور ان کے بیانات مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 161(3) کے مطابق علیحدہ سے ریکارڈ نہیں کیے گئے تھے۔ تفتیشی افسر، گواہ استغاثیہ 18 نے اس معاملے کے حوالے سے یہی بیان دیا۔

"دافادر نے سیتل سنگھ (گواہ استغاثیہ 12)، رام کرن سنگھ (گواہ استغاثیہ 7) اور رام کنکر (گواہ استغاثیہ 4) کو پیش کیا۔ سب سے پہلے، میں نے ان کا الگ سے جائزہ لیا لیکن عام چیزوں کے حوالے سے ان کا مشترکہ بیان درج کیا۔ میں نے شناخت اور ہتھیاروں کے بارے میں ایک علیحدہ ریکارڈ بنایا۔"

گواہِ استغاثیہ 4، 7 اور 12 کے معائنے کا مشترکہ بیان ریکارڈ کرنا واضح طور پر دفعہ 161(3) کی خلاف ورزی ہے، اور اسے مسترد کیا جانا چاہیے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ عدالت میں گواہِ استغاثیہ 4، 7 اور 12 کی گواہی کو ناقابل قبول بناتا ہے۔ دفعہ 161(3) میں ایسا نہیں کہا گیا ہے، اور درحقیقت، یہ دیکھتے ہوئے کہ پولیس گواہوں کے بیانات کا ریکارڈ بنانے کی پابند نہیں ہے جس معاملے میں ان کی گواہی کی رسیدگی پر تسلیم شدہ طور پر کوئی رکاوٹ نہیں ہے، اگر ہم یہ مان لیں کہ ان کا ثبوت ناقابل قبول ہے، کیونکہ بیانات کو بھی تحریری طور پر محدود کر دیا گیا تھا لیکن دفعہ میں فراہم کردہ انداز میں نہیں۔ بھارتیہ ایویڈنس ایکٹ میں تفصیلی توضیعات پر موجود ہیں کہ کون قابل گواہ ہیں اور کن معاملات پر ان کا ثبوت ناقابل قبول ہے۔ اور ان توضیعات پر، استغاثہ کے گواہ 4، 7 اور 12 نہ تو نااہل گواہ ہیں، اور نہ ہی ان واقعات کے بارے میں ان کا ثبوت جن کے بارے میں انہوں نے گواہی دی، ناقابل قبول ہے۔ ظاہر الدین بنام ایمپرر [1] میں پریوی کونسل نے فیصلہ دیا تھا کہ دفعہ 162(1) کی توضیعات کی تعمیل کرنے میں ناکامی گواہ کے ثبوت کی قدر کو بہت زیادہ متاثر کر سکتی ہے، لیکن اس سے اس کی قبولیت متاثر نہیں ہوگی۔ اسی استدلال پر، یہ اس بات کی پیروی کرے گا کہ گواہِ استغاثیہ 4، 7 اور 12 کا ثبوت اس وجہ سے ناقابل قبول ہے کہ ان کے بیانات گواہ استغاثیہ 18 کے ذریعہ مشترکہ طور پر ریکارڈ کیے گئے تھے اور علیحدہ طور پر نہیں جیسا کہ دفعہ 161 (3) کے ذریعہ ضروری ہے۔

اپنی اس دلیل کی حمایت میں کہ ان کا ثبوت ناقابل قبول ہے، جناب امریگر نے بلیرام ٹیکارم بنام ایمپرر ([1]) اور مگن لال رادھا کشن بنام ایمپرر () کے فیصلوں پر انحصار کیا۔ بلرام ٹیکارم بنام ایمپرر () میں، جو کہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 162 کے تحت ایک فیصلہ تھا، ملزم کو دفعہ 161 کے تحت پولیس افسران کے ذریعے درج کردہ بیانات کی کاپیاں فراہم نہیں کی گئی تھیں، اور یہ قرار دیا گیا تھا کہ ملزم کو قیمتی حق سے محروم کیا گیا تھا، اور اس سے ان کے لیے تعصب پیدا ہوا ہوگا۔ وشوناتھ بنام ایمپرر (3) میں یہی نظریہ لیا گیا تھا، اور اس میں کوئی رعایت نہیں لی جاسکتی۔ لیکن فاضل ججوں نے مشاہدہ کیا کہ تحقیقات میں بیانات دینے والے گواہوں کا ثبوت خود ناقابل قبول ہوگا۔ اس رائے کی وجہ انہوں نے اس طرح بیان کی:

"جب ملزم سے اس کے جرح کے قانونی ذرائع چھین لیے جاتے ہیں اور اس طرح اس کے منفی گواہوں سے مؤثر طریقے سے جرح کرنے کے موقع سے انکار کر دیا جاتا ہے تو ثبوت کس طرح قابل قبول اور غور کے لیے مناسب ہو سکتا ہے؟ عدالت کی طرف سے درج کردہ کوئی بھی ثبوت، جب تک کہ وہ دفعہ 138، ایویڈنس ایکٹ کی ضرورت کو پورا نہ کرے، قابل قبول اور غور کے لیے مناسب نہیں ہو سکتا۔ درحقیقت یہ کہنا جرات مندانہ ہوگا کہ گواہ کا ثبوت کسی فریق کے خلاف قانونی طور پر قابل قبول ہے حالانکہ جب اسے دیا گیا تھا اس وقت اسے اس سے جرح کرنے کا پورا موقع نہیں ملا تھا۔"

اس نظریے کا اعادہ انہی فاضل ججوں نے میگن لال رادھا کشن بنام ایمپرر ([2]) میں کیا تھا، لیکن، پہلے سے دی گئی وجوہات کی بناپر، ہم اسے قانون کے درست بیان کے طور پر قبول کرنے سے قاصر ہیں۔ ہماری رائے ہے کہ اگرچہ دفعہ 161 (3) کے تقاضوں کی تعمیل کرنے میں ناکامی گواہوں کے ثبوت کے ساتھ منسلک کیے جانے والے نظریئے کو متاثر کر سکتی ہے، لیکن یہ اسے ناقابل قبول نہیں بناتا ہے۔ بیجوئے چند پترا بنام ریاست ([1]) میں ہیریز، چیف جسٹس اور جسٹس بچاوت نے ایسا ہی کہا تھا، جہاں یہ سوال براہ راست فیصلے کے لیے پیدا ہوا تھا، اور ہم اس نظریے میں اقراری ہیں۔ موجودہ معاملے میں، فاضل ججوں کی توجہ گواہِ استغاثیہ 4، 7 اور 12 کی گواہی میں کمزوری کی طرف مبذول کرائی گئی تھی، جو دفعہ 161 (3) پر عمل کرنے میں ناکامی کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی،

لیکن اس کے باوجود وہ اسے قابل اعتماد کے طور پر قبول کرنے کے لیے تیار تھے۔ ہمیں اس کے مطابق یہ ماننا چاہیے کہ نچلی عدالتوں کے نتائج اس بنیاد پر اعتراض کرنے کے لیے کھلے نہیں ہیں کہ وہ ناقابل قبول شواہد پر مبنی تھے۔

اس کے بعد یہ دعوی کیا گیا کہ جس الزام پر اپیل گزاروں پر مقدمہ چلایا گیا وہ دفعہ 34 کے ساتھ پڑھنے والی دفعہ 302 کے تحت تھا، اور یہ کہ عدالت عالیہ کے معزز ججوں نے دفعہ 34 کے ساتھ پڑھنے والی دفعہ 326 کے تحت انہیں مجرم قرار دینے میں غلطی کی۔ فاضل ججوں کے سامنے جو دلیل زور دے کر پیش کی گئی تھی وہ یہ تھی کہ عدالت میں دفعہ 34 کے لیے دفعہ 149 کو تبدیل کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا، لیکن انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد سے اس عدالت نے کرنیل سنگھ و دیگراں بنام ریاست پنجاب (2) اور ولی سلانی کے مقدمہ () میں اس سوال پر غور کیا ہے۔ جناب امریگر کی طرف سے یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ ان فیصلوں کے پیش نظر، سوال اب کھلا نہیں ہے۔ اپیل گزاروں کو اس کا منفی جواب دیا جانا چاہیے۔

آخر کار یہ دعوی کیا گیا کہ دفعہ 342 کے تحت اپیل گزاروں کی کوئی مناسب جانچ نہیں کی گئی ہے، اور اسی کے مطابق سزا کو کالعدم قرار دیا جانا چاہیے۔ کیا ہوا کہ جب عدالت نے دفعہ 342 کے تحت اپنی جانچ شروع کی تو اپیل گزاروں نے کہا کہ وہ تحریری بیانات داخل کریں گے۔ وہ بیانات بہت تفصیلی تھے اور استغاثہ کے شواہد میں اٹھائے گئے تمام نکات پر اپیل گزاروں کا جواب پیش کرتے تھے۔ جناب امریگر ایسا کوئی سوال تجویز کرنے سے قاصر تھے جو پیش کیا جا سکے، جس کے حوالے سے بیانات میں کوئی جواب نہ ہو۔ واضح طور پر، اپیل گزاروں سے تعصب نہیں کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دفعہ 342 عدالت میں جانچ پر غور کرتی ہے، اور بیانات داخل کرنے کے عمل کو مسترد کیا جانا چاہیے۔ لیکن یہ مداخلت کی بنیاد نہیں ہے، جب تک کہ تعصب قائم نہ ہو جائے۔ اور ملزم کے لیے دفعہ 342 کے تحت سوالات کے جوابات دینے کے بجائے بیانات داخل کرنے کو ترجیح دینا کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے، ایسا نہ ہو کہ انہیں نادانستہ اعتراف یا نقصان دہ بیانات کا سامنا کرنا پڑے۔ چونکہ کوئی تعصب نہیں دکھایا گیا ہے، اس لیے اس دلیل کو بھی مسترد کیا جانا چاہیے۔

نتیجے میں، اپیل مسترد کر دی جاتی ہے۔